(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

A Reflection of Civic and Cultural Sensation in Travelogue "Istanbul K Aalum Main Muntakhab”

سفر نامہ "استنبول کہ عالم میں منتخب" میں تہذیبی و سماجی شعور کی عکاسی

Samia Kousar[1]
Itrat Batool[2]
[1]Assistant Professor Urdu Govt. Associate College Dina Scholar Ph.D. Urdu, Muslim Youth University, Islamabad.
[2]Instructor Urdu, Satellite Town Rawalpindi Campus, Virtual University of Pakistan at-itrat.batool@vu.edu.pk

Abstract:
Travelogue is a genre of literature that has the ability to reflect history, civilization, society and culture simultaneously. Some of the travelogues are unique in this regard. Salma Awan's travelogues can also be counted among these travelogues. Her travelogues, whether local or foreign, are a reflection of the civilization and culture of the respective geography. The majority of her foreign travelogues are based on travels in the Middle East. Among them, an important travelogue is based on a trip to Turkey. There are many travelogues on Turkish travel, but Salma Awan's travelogue "Istanbul Keh Aalam Mein Muntakhab" is a matchless depiction of Turkish culture and society. The purpose of the paper under review is to analyze the cultural and social aspects of her travelogue so that the historical importance of her travelogue can be determined.

Keywords: Travel, History, Civilization, Civilization, Culture, Society, Middle East, Turkey, Salma Awan.

ملخص:

سفر نامہ ایسی صنف ادب ہے جو تاریخ، تہذیب، تمدن، سماج اور ثقافت کی بیک وقت عکاسی کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔ بعض سفر نامے اس اعتبار سے بے نظیر ہیں۔ان سفر ناموں میں سلمیٰ اعوان کے تحریر کردہ سفر نامے بھی شمار کیے جا سکتے ہیں۔ان کے سفر نامے خواہ ملکی ہوں یا غیر ملکی، متعلقہ جغرافیہ کی تہذیب و ثقافت کے عین عکاس ہیں۔ان کے غیر ملکی سفر ناموں میں غالب تعداد مشرق وسطیٰ کے اسفار پر مبنی ہیں۔ان ہی میں ایک اہم سفر نامہ ترکی کے سفر پر مبنی ہے۔ترکی کے اسفار پر یوں تو کئی سفر نامے موجود ہیں لیکن ترکی کی تہذیب و تمدن اور ثقافت و سماج کی عکاسی کے اعتبار سے سلمیٰ اعوان کا سفر نامہ "استنبول کہ عالم میں منتخب" اپنی مثال آپ ہے۔زیر نظر مقالہ کا مقصد ان کے اس سفر نامہ کے تہذیبی و سماجی پہلوؤں کو واضح کرنا ہے تاکہ ان کے مذکورہ سفر نامے کا تاریخی مقام متعین کیا جا سکے۔

سفر نامہ، تاریخ، تہذیب، تمدن، ثقافت، سماج، مشرق وسطیٰ، ترکی، سلمیٰ اعوان کلیدی الفاظ:

علم کی وہ شاخ جو گزرے ہوئے واقعات کا مطالعہ کرے اور کسی سماج کے ماضی کو بیان کرے، علمِ تاریخ ہے۔دیگر علوم اسی علم کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ادب تاریخ کی باقاعدہ شاخ تو نہیں ہے لیکن تاریخی مقاصد کی ترجمانی ضرور کرتا ہے۔ایک لحاظ سے ادب علمِ تاریخ کے مساوی ہے، جس طرح تاریخ حوادثِ گزشتہ کا بیان ہے

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

اسی طرح ادب بھی عہد گم گشتہ کی بازیافت کرتا ہے۔ تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ماضی کی تصویر دیکھ کر حال استوار کیا جا سکتا ہے۔ باشعور اقوام تاریخ کے آئینے میں اپنا احتساب خود کرتی ہیں اور اس خود احتسابی کی روشنی میں اپنا حال سنوارتے ہوئے مستقبل سازی کرتی ہیں۔ یہی عمل تاریخی شعور کہلاتا ہے۔ تہذیب و تمدن کسی سماج کے مہذب ہونے کا عمل ہے۔ آراستگی و شائستگی اس سے مخصوص ہیں۔ انسان نے جب اپنے وحشی پن سے چھٹکارا پالیا تو وہ مہذب کہلایا لیکن تہذیب کسی آنِ واحد کا شاخسانہ نہیں بلکہ ایک مسلسل ارتقائی عمل ہے۔ کسی قوم کے تہذیبی ارتقا میں اس کا معاشی و سیاسی ارتقا، علوم و فنون کا ارتقا اور اخلاقی ارتقا شامل ہے جس میں فرد کو بہر طور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مونو کے مطابق:

"تاریخ میں اہم واقعات اور افراد، اقتصادی حالات اور اداروں کی ترقی کے نشانات اور علامات کی حیثیت سے اہم ہیں۔"(۱)

تہذیب کی تشکیل میں قوانین و ضوابط کو بڑا گہرا دخل ہے۔ یہ تحریر شکل میں بھی ہو سکتے ہیں اور روایت کی تعمیل کی صورت بھی اپنائے جا سکتے ہیں۔ اخلاقی روایات کی پاسداری، خیر و شر کے پیمانے، خاندانی نظام، مذہبی عملداری، عدل و انصاف کا نظام کسی بھی تہذیب کی تشکیل کے بنیادی عناصر ہیں۔ ثقافت تہذیب کا اہم عنصر ہے۔ اپنی زمین کے ساتھ لگاؤ اور وابستگی ثقافت کی بنیاد ہیں۔ اس کی ذیل میں زبان، مقامی تہوار، مذاہب، رسوم و رواج، اندازِ قیام و بعام، گیت، علوم و فنون، کھیلوں جیسے ذیلی عناصر شامل ہیں۔ فنون لطیفہ کسی بھی تہذیب کی جمالیاتی تشکیل کا اہم جزو ہیں۔ موسیقی اور شاعری ان میں سرفہرست ہیں۔ فنِ مجسمہ سازی، فنِ معماری و سنگ تراشی اور مصوری بھی پیش پیش ہیں۔ تہذیب کے دامن میں ثقافت پھلتی پھولتی ہے اور ایک مقام پر ثقافتی عناصر قد آور ہو کر تہذیبی عناصر بن جاتے ہیں۔ تاریخ کی تحفیظ از حد ضروری ہے۔ بقول ڈاکٹر صادق علی:

"اگر کسی قوم کی تاریخ گم ہو جائے تو وہ خود کو بے سہارا اور تنہا محسوس کرتی ہے۔"(۲)

ادب و فن کو تہذیب کے تشکیلی عناصر میں نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ تخلیقی فکر تہذیبی بلندی کی پہلی منزل ہے۔ وہ قومیں تہذیب یافتہ ہیں جن کے ادیب اور دانشور زندہ اور فعال تخلیقی فکر رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قوم میں جمالیاتی ذوق پیدا کرتے ہیں اور ثقافتی بنیادوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ ادبی تحریریں نہ صرف تہذیب و ثقافت کی عکاس ہوتی ہیں بلکہ محافظ بھی ہوتی ہیں۔ تہذیب و تمدن کی حفاظت کا فریضہ فقط عکاسی سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ ادب اور تہذیب کے تعلق باہمی کی توضیح انتظار حسین کے اس قول سے ہو سکتی ہے:

"نظم اور افسانے میں عشق کے سوا بھی استعارے استعمال ہوتے ہیں اور بات تاریخ اور دیومالا تک گئی ہے۔ سن ستاون، الجزائر، قدیم ہند، قصص روایات گویا ان نشانات سے اپنے آپ کو پانے کی، مختلف زمانوں اور زمینوں میں اپنے رشتے تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"(۳)

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

یہی صورت حال دیگر اصناف ادب کی بھی ہے جن میں سفر نامہ سر فہرست ہے۔ سفر نامہ ایک ایسی صنف ہے کہ جس میں ذاتی مشاہدے اور کیفیات کے اندراج کے ساتھ ساتھ جغرافیائی حالات وواقعات اور رسوم ورواج کو بھی قلمبند کیا جاتا ہے۔ کئی سفر نامے تاریخی دستاویزات کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر قدسیہ قریشی کا خیال ملاحظہ ہو:

"سفر کے اثرات بہت وسیع ہیں۔ یہ اثرات صرف سفر کرنے والے ہی پر نہیں پڑتے بلکہ اس کی قوم اور ملک کی فکر اور نقطۂ نظر پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ایک مسافر کو دنیا کی معاشرت، طریقۂ تمدن، علوم وفنون اور مناظر قدرت کا نظارہ، مختلف ممالک کے لوگوں سے تبادلۂ خیالات کا موقع ملتا ہے جس سے اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور خود اس کے ملک کے علوم وفنون کی، اخلاق وعادات کی اشاعت دوسرے ملکوں میں ہوتی ہے۔اس طرح سفر کے ذریعے ایک تہذیبی اور ثقافتی لین دین کی بنیاد پڑتی ہے۔"(۴)

محققین کا اتفاق ہے کہ اس کا یہ "سفر نامہ" انتہائی معلوماتی اور کار آمد سفر نامہ ہے، نیز یہ ایک تاریخی ماخذ بھی مانا گیا ہے۔اس بات کی تائید انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کے حوالے سے بھی ہوتی ہے(۵)۔ابتدائی سفر ناموں میں تاریخ، جغرافیہ، سیاسی پس منظر وغیرہ کا بیان زیادہ ملتا ہے۔ سفر نگاری کے ابتدائی سفر کے حوالے سے پروفیسر خالد محمود لکھتے ہیں:

"اردو کے ابتدائی دور کے سفر ناموں پر تاریخ اور جغرافیہ کا غلبہ ہے۔ ابتدائی سفر نامہ نگاروں نے غیر جانب دار ہو کر مختلف ملکوں اور قوموں سے متعلق ہر قسم کی تہذیبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی اور سماجی معلومات فراہم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے اور معلومات فراہم کرتے ہوئے غیر ضروری تخلیق کاری سے گریز کیا ہے (۶)"۔

سلمیٰ اعوان اردو ادب کی ایسی مصنفہ ہیں جو اپنی تحریروں میں تہذیبی وتمدنی شعور کی تحفیظ کا فریضہ بخوبی سرانجام دیتی ہیں۔ان کی نمایاں پہچان ان کی سفر نامہ نگاری ہے۔ان کے سفر نامے ان علاقہ جات کی تہذیبی وسماجی اقدار کا عمدہ مظہر ہیں جن پر یہ اسفار مبنی ہیں۔ سفر نامہ نگاری کے علاوہ دیگر نثری اصنافِ ادب بشمول ناول، افسانہ، مضامین وکالم نگاری کے حوالے سے سلمیٰ اعوان اچھی شہرت رکھتی ہیں۔ مجموعی طور پر ان کی پچیس سے زیادہ کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اپنا ادبی سفر ناول نگاری اور افسانہ نگاری سے شروع کیا تھا لیکن ان کے سفر ناموں نے جس طرح فروغ پایا اس سے ان کی سفر نامہ نگاری کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ان کے سفر نامے جدت وندرت کا امتزاج ہیں۔ وہ قاری کو ہلکے پھلکے مزاحیہ انداز میں سفری تاثرات کے ساتھ ساتھ اپنی داخلی واردات وکیفیات سے بھی آگاہ کرتی ہیں۔ان کے سفر ناموں میں مقاماتِ سیاحت کی تہذیب وثقافت، مشاغل، مذہبی اقدار اور مناظر قدرت کو خوب صورت انداز میں بیان کیا جاتا ہے جو قاری کی

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

معلومات میں خاطر خواہ اضافے کا باعث ہیں۔ان کے سفر ناموں سے ان کی فکری پختگی اور وسیع مطالعہ کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔سیاحت سے انہیں خاص رغبت ہے۔ سلمیٰ اعوان کے شوقِ سفر کی بابت اظہر حسین کی رائے ملاحظہ ہو:

"زندگی میں انھوں نے تین کام ایمان دارانہ تسلسل سے کیے ہیں: سانس لینے کے لیے کھایا پیا ہے؛ کتابیں پڑھی ہیں، کتابیں لکھی ہیں، اور ابنِ بطوطہ کا تعاقب کیا ہے۔۔۔وہ یورپ جاتی ہیں تو سڑکیں ناپنے تولنے کے ساتھ ساتھ وہاں کے باسیوں کے معمولات کو بھی تولتی ہیں، ناپتی ہیں۔بی بی سلمیٰ اعوان کی آنکھ کا نور پاکستان بھر کی خواتین لکھاریوں سے جدا رنگ رکھتا ہے۔علاقائی و عالمی انسان، اس کے بننے بگڑنے کی داستان، سلمیٰ جی کا موضوع ہے۔ مگر اس موضوع کو نبھاتے نبھاتے وہ اس مخصوص خطے کے اندرون و بیرون کا بھی نین نقشہ قاری پہ روشن از آفتاب کرتی ہیں، لاریب، خوب کرتی ہیں۔(۷)

درج بالا اقتباس میں سلمیٰ کی سفر نامہ نگاری کے فن کی پختگی کو بخوبی اجاگر کیا گیا ہے۔"استنبول کہ عالم میں منتخب" سلمیٰ اعوان کا تحریر کردہ ایک اہم سفر نامہ ہے۔ سفر نامے کے انتساب سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ترکی کی تہذیب و ثقافت اس سفر نامے کی بنیاد ہے۔انھوں نے یہ سفر نامہ کسی عزیز ہستی کے نام سے منسوب نہیں کیا بلکہ وہ شہر استنبول سے مستفسار ہیں کہ اس انتساب کا اصل حقدار کون ہے؟انتساب ملاحظہ ہو:

"کس کے نام یہ کتاب معنون کروں؟

تمہارے خوبصورت شاعروں، ادیبوں،

تمہارے خوبصورت ثقافتی ورثے، تمہارے جی دار لوگوں

یا پھر اس محبت کے نام لکھوں جو مجھے تم سے ہے

استنبول تم بھی تو کچھ بتاؤ نا

میں کیا کروں"(۸)

انتساب بجائے خود سلمیٰ کی استنبول کی تہذیب و ثقافت سے لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔انتساب سے ایک قدم آگے بڑھیں تو سفر نامہ کے باقاعدہ آغاز سے قبل ترکی شعراء اور ہن ولی کینگ اور ناظم حکمت کی منتخب نظموں کے اردو ترجمہ کا اندراج ترکی کی ادبی تہذیب کا عکاس ہے۔ یہ نظمیں اس بات کی مظہر ہیں کہ اس سفر نامے کی مصنفہ کے پیش نظر فقط استنبول کی گردشِ دوراں اور مناظراتِ مکاں کا احوال درج کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ ان کے تہذیبی شعور اور جمالیاتی حس کا اظہار بھی اس تحریر کا لازمہ ہے۔اور ہن ولی کینگ کی نظم کے اس ٹکڑے سے استنبول کے تمدنی جمال کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے:

"میری آنکھیں بند ہیں

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

اور میں استنبول کو سن رہا ہوں۔۔۔

مجھے معلوم ہے

نقرئی چاند پتے کے درختوں کے عقب سے جھانکتا ہے۔۔

میں استنبول کو سن رہا ہوں

اور میری آنکھیں بند ہیں"(۹)

مزارِ ایوب انصاری کی طرف ٹیکسی میں رواں دواں سلمیٰ کی نظروں میں سمائی گولڈن ہارن یا شاخِ زریں کے سبز پانیوں میں تیرتی کشتیاں انہیں علامہ اقبال کی یاد دلانے لگتی ہیں۔ وہ اس خوبصورت شہر میں مشرق و مغرب کی تہذیبوں کا انضمام دیکھ کر بے اختیار گنگنا اٹھتی ہیں:

"خطہ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دربار

مہدی امت کی سطوت کا نشانِ پائیدار

صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے

آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے

نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا

تربت ایوب انصاری سے آتی ہے صدا

اے مسلمانانِ ملت! اسلام کا دل ہے یہ شہر

سینکڑوں صدیوں کی کشت و خون کا حاصل ہے یہ شہر"(۱۰)

صوفیانہ موسیقی ترکی تہذیب کا خاصہ ہے۔ سلمیٰ ترکی صوفی موسیقی اور رقص کی محفل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا روم اور شمس تبریز کی شاعری پر سیر حاصل بحث کرتی ہیں اور قاری تک اس صوفیانہ محفل کے رنگ بعینہٖ پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ رقص کا آغاز مخصوص صوفیانہ شاعری کے ساتھ جبکہ اس کا اختتام قرآن کی آیات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس رقص کی سرمستی میں ڈوبی ہوئی کیفیات کو بیان کرتے ہوئے سلمیٰ لکھتی ہیں:

"رقص میں بے خودی اور مسلسل گھومنا بھی اس حقیقت کی عکاسی ہے کہ جیسے چاند اور سیارے اپنے اپنے مدار میں گھومتے ہیں۔ اسی طرح چکروں میں خدائی تعلق کے احساس کا عنصر کارفرما ہے۔ درویشوں کی نگاہیں اور گردن اٹھا کر اوپر دیکھنا گویا خدا کی کائنات اور اس کی دنیاؤں کی عظمتوں اور بڑائیوں کا اعتراف ہے۔ رقص کے

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

چکروں میں تیزی اور والہانہ پن اس خدائے واحد کی لا متناہی کائنات کے درمیان اس کی ہستی میں خود کو گم کر دینے، مٹا دینے اور محبت کی معراج کو چھو لینے کا تصور ہے۔۔۔ہم ایک ماورائی دنیا میں سانس لے رہی تھیں۔ وہ دنیا جو زاہدوں اور عابدوں کی ہے۔ خدا کی پسندیدہ ہستیوں کی ہے جس تک ہم گنہگاروں کی رسائی نہیں۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ روحانی سفر میں ہستی کو فنا کر دینا ہی منتہائے مقصود ہے۔"(۱۱)

سلمیٰ پور پور روحانیت کے سمندر میں ڈوبی نظر آتی ہیں۔اس محفل میں گزرا تمام وقت ان کے لیے ایسے تھا جیسے کہ وہ ہر لحظہ رومی کے ساتھ رہی ہیں۔ سلمیٰ نے اپنی تحریر میں ہر علاقے کے بارے میں بنیادی اور ضروری معلومات فراہم کی ہیں جس کی بدولت قاری مصنفہ کے ساتھ صرف جذباتی طور پر ہی شریک سفر نہیں رہتا بلکہ معلوماتی اور جغرافیائی اعتبار سے بھی وہ کافی سفر طے کر لیتا ہے۔اس سفر نامے کے آغاز کو ہی دیکھا جا سکتا ہے جہاں جذبات کے ساتھ ساتھ تاریخ کا بیان بھی موثر بیان ملتا ہے۔ سلمیٰ اعوان نے سفر نامے کے آغاز میں خود میں موجود ترکی کی دید کی لگن کو نئی نویلی دلھن کے مکلاوے کی چاہ سے مشابہ قرار دیا ہے۔ وہ ترکی سے مسلمانانِ برصغیر کی وابستگی کا عالم بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ بلاشبہ مکہ و مدینہ کے بعد استنبول ہی مسلمانوں کی عقیدت کا محور و مرکز ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد بھی مسلمانوں میں روایتی عقیدت مندی اور وفورِ جذبات کا وہی عالم ہے جو کہ اس سے قبل تھا۔ چونکہ پاکستانی مسلمانوں کے آباؤ اجداد کی نسبت برصغیر کی تاریخ و روایت سے جڑی ہے اس لیے آزادی کے بعد بھی اس قوم کے عقائد وہی ہیں جن کے مطابق سلطنتِ عثمانیہ مسلمانوں کے لیے ایک خاص کشش کا باعث ہے۔ ترکی سے اپنی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے سلمیٰ لکھتی ہیں کہ

"۔۔۔ترکی کے ہیرو سلطان محمد فاتح، سلیمان ذیشان اور اتاترک سے ہمارا پیار ترکی کے لوگوں سے کیا ہی کم ہوگا۔"(۱۲)

یعنی وہ ترکی سے دور بیٹھ کر بھی ترکی کے عمائدین کے لیے وہی جذبات رکھتی ہیں جو ترکی کے عوام کے ہیں۔ان کے ہاں تاریخی معلومات بھی ساتھ ساتھ ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ سلطان احمت کے علاقہ استنبول کے ڈاؤن ٹاؤن میں رہائش کے دوران قاری کو باتوں ہی باتوں میں یہ ضرور بتاتی ہیں کہ یہ علاقہ بازنطینی دور سے عثمانی خلفاء تک تہذیب و ثقافت کی آماجگاہ تھا۔اسی طرح استنبول آنے سے پہلے 'لاہور میں فرخ گوئندی سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں قارئین کو استنبول کے مرکزی پلیٹ فارم "ایمی نونو" کے بارے میں بتاتی ہیں کہ یہ مرکزی جگہ ہے اور یہاں سے دیگر سب مقامات کو راستے جاتے ہیں۔ بغداد کوشک کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلمیٰ قارئین کو طرزِ تعمیر کی معلومات بھی بہم پہنچاتی ہیں۔ کوشک کی بابت لکھتی ہیں کہ

"کوشک (Kiosk) دراصل ترکی طرزِ تعمیر کی ایک اصطلاح ہے جس میں عمارت کے ساتھ باغ اور تمام اطراف سے اس باغ کے نظارے کی دید شامل ہوتی ہے۔"(۱۳)

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

اس طرزِ تحریر سے قاری کو یہ سہولت ہو جاتی ہے کہ وہ فوری معلومات سے نہ صرف اپنے علم میں اضافہ کرلیتا ہے بلکہ الفاظ کی گرہوں میں بندھے بغیر آزادانہ آگے کے سفر کو تیار رہتا ہے۔ وہ سفر نامہ تحریر کرتے ہوئے اکثر مقامات پر حال اور ماضی کا سفر بیک وقت طے کرتی ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر ظہر کی اذان سن کر سلمیٰ کو یاد آنے لگا:

"میری آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ مجھے اپنے بچپن کے وہ دن یاد آئے تھے جب میرے سب سے چھوٹے ماموں۔۔۔ انگنائی میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی آواز جذبات کے ارتعاش سے رُندھی ہوئی تھی۔

"ترکی کی مساجد سے عربی میں اذان کا دوبارہ آغاز" (۱۴)

ساتھ ہی وہ اتاترک کے ساتھی عدنان میندرس کو یاد کرنا نہیں بھولتیں۔ عصمت انونو نے اذان ترکی زبان میں نشر کرنے کا حکم دیا تھا جسے عدنان میندرس نے اقتدار میں آتے ہی ختم کر ڈالا اور مسلمانوں کے لیے حج و عمرے کے دروازے کھول دیے۔ فرطِ جذبات سے سلمیٰ سیما سے کہتی ہیں:

"آؤ سجدہ کریں۔ قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی اُس سرزمین پر جس کی فتح کی بشارت میرے پیارے نبیؐ نے دی تھی۔" (۱۵)

یہاں بہت ہلکے پھلکے لیکن عقیدت مندانہ انداز میں سلمیٰ نے سرزمین استنبول کے متعلق وجہِ کائنات کی بشارت کا ذکر کیا ہے۔ اندازِ بیاں سے ظاہر ہے کہ سلمیٰ کے لیے سفر فقط تاریخ و جغرافیہ کی معلومات کا ماخذ نہیں بلکہ وہ سفر کے ساتھ اپنی ذاتی وابستگیوں کو بھی اس طرح نتھی کرتی ہیں کہ ان کا سفر نامہ بیک وقت تاریخ، جغرافیہ، ثقافت، تمدن، مذہب اور تفریح کا مرقع نظر آتا ہے۔ دورانِ سفر سلمیٰ کی عبادات کی لگن ان کی تحریر سے ظاہر ہوتی ہے۔ نئی سرزمین اور مقدس مقامات ان کے ذوقِ عبادات کو مزید بڑھاوا دیتے ہیں۔ ایاصوفیہ سے وابستگی ملاحظہ ہو:

"۔۔۔ ایاصوفیہ سے میری جذباتی وابستگی زمانوں سے تھی۔ اس کی فینٹسی نے ہمیشہ مجھے مسحور رکھا۔ ساتویں جماعت میں پڑھنے والی وہ لڑکی ہمیشہ میری یادداشتوں میں محفوظ رہی جو اپنی اردو کی کتاب میں ایاصوفیہ کی کہانی پڑھ کر اپنی کلاس میں ہی بیٹھی اس کی تصویر کو دیکھتی اور سر عبدالقادر کا لکھا ہوا احوال پڑھتی رہی تھی۔ سکول خالی ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی میں تھی اور آیاصوفیہ آج میرے سامنے مجسم تھی۔ ایک پر وقار ہیبت، ایک انوکھے طلسم، قدم قدم پر منجمد کرنے والے سحر سے بھری ایاصوفیہ بہت سے ادوار کی کہانیاں سناتی ہے۔ وہ کہانیاں جنہیں سننے کی مجھے شدید تمنا تھی۔ بازنطینی طرزِ تعمیر اور مشرقی رومن ایمپائر کے دبدبے اور عظمت کی مظہر یہ جسے چرچ آف ڈیوائن وزڈم کہا گیا ہے۔ یہ جس کی فضاؤں میں عثمانی سلاطین کی مذہبی رواداری کی خوشبو ہے۔ اس خوشبو کو محسوس کرنے اور سونگھنے کے لیے وقت درکار تھا۔ میں ہجوم سے الگ ہو گئی تھی۔ میں تھی، ایاصوفیہ تھی اور اندر باہر پاکستانی پاکستانی کی سارے میں ڈھنڈیا پڑی تھی۔ گائیڈ مجھے تلاش کرتے کرتے بے حال تھا۔۔"

(۱۶)

SHNAKHAT
(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

"دولما باشی" محل کے بیان میں دولما باشی مسجد کو سراہنے کے بعد محل کی اندرونی و بیرونی خوبصورتی اور شہزادیوں کی متحرک زندگی کا تصور سلمیٰ نے خوب بیان کیا ہے۔ لکھتی ہیں کہ کمال اتاترک کے آخری ایام بھی اسی محل میں گزرے تھے اور جو کمرہ اتاترک کے استعمال میں تھا/وہاں آخری عثمانی سلطان عبدالمجید آفندی کی بیٹی شہزادی در شہوار کا مجسمہٰ آنکھیں خیرہ کرنے کو کافی تھا۔ محل کے حرم کا تذکرہ کرتے ہوئے سلمیٰ کو برقعے میں ملبوس بیگم بھوپال بھی یاد رہیں۔ اپنی اس یاداشت کو تحریر کا حصہ بناتے ہوئے لکھتی ہیں:

"وہ بھی کیسا منظر ہو گا۔ میں نے اپنی یاداشتوں کو ٹٹولا۔ جب برقعے میں ملبوس بیگم بھوپال چہرے کو نقاب سے ڈھانپے ترکی سلطان کے ہمراہ ان کی اہلیہ سلطانہ نازیکدہ آفندی سے ملنے جارہی تھیں۔ لمبی لمبی گیلریاں جن میں کھڑے خواجہ سراؤں کی قطاروں کی دیکھتے اور پھر زنانہ حصے میں خاص الخاص خدام کی معیت میں حرم میں داخل ہونے کا منظر۔"(۱۷)

سلمیٰ ایک انڈر پاس سے ویلنس ایکوڈک Valens Aqueduct سے گزرتی ہیں تو اس کا مفصل ذکر کرتی ہیں کہ یہ محراب در محراب شگافوں والا پل رومن بادشاہ ویلنس کی تیسری صدی کی یادگار ہے۔۔ زمانہ قدیم میں ایسی تعمیرات آبی ذخائر سے پانی لانے کے لیے بنائی جاتی تھیں۔ سلمیٰ قاری کو محاکاتی انداز میں بتاتی ہیں کہ گولڈن ہارن کی خلیج یورپی استنبول کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے شہر کے مرکز میں داخل ہوتی ہے جس کے آخری سرے پر حضرت ایوب انصاری کا مزار ہے۔ مسجد کے ساتھ ہی قبرستان تھا جس میں مدفون سلاطین، امرا، رؤسا، خواجہ سرا اور عوام الناس اس اعزاز پر نازاں ہوں گے کہ وہ صحابیِ رسول کے پہلو میں دفن ہیں۔ قبروں کے گرد طلائی کٹہرے اور شمعدانوں کی تنصیب سے لے کر ان کے گرد بچھے سبز قالین اور سلاطین کے مقبروں کے دودھیا شیشوں کی کھڑکیوں دروازوں تک کا بیان سلمیٰ نے اس قدر جاندار انداز میں پیش کیا ہے کہ قاری بہ نفسِ نفیس خود کو جائے مذکورہ پہ کھڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ مسجد کے سامنے واقع صحن کے مختصر بیان کے بعد سلمیٰ نے مرقدِ ایوب کا احوال مفصل بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے سرزمینِ استنبول میں حضرت ایوب انصاری کی تدفین کا تمام تاریخی واقعہ بھی بیان کیا ہے جس سے ان کے تاریخی شعور کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ پھر اس مقام سے وابستہ رسوم و رواج کے بیان میں سلمیٰ لکھتی ہیں کہ ہر نئے عثمانی سلطان کے لیے جامع ایوب انصاری میں حاضری دینا لازمی تھا۔ نئے شادی شدہ جوڑے بھی یہاں سلام کرنے آتے ہیں اور بچے کی رسمِ ختنہ کی صحت یابی کے بعد اسے بھی دعا کے لیے یہاں لایا جاتا ہے۔ یوں ایک عمارت یا مقام کا بیان بیک وقت جذبات نگاری، واقعاتی بیان، تاریخ، جغرافیہ اور تہذیبی نقوش سے مزین تحریر بن جاتا ہے اور لکھنے والے کے زورِ بیان کا اظہار بن جاتا ہے۔ یوں بھی محاکات کے بیان میں سلمیٰ کی تحریر بے مثال ہے۔ شاخِ زریں میں بہتے حسین اور سرسبز مناظر سے لے کر سورج کی لالی اور ڈوبتی شام کے مناظر تک، فلک بوس عمارتوں اور شاندار دکانوں اور قدیم حفاظتی فصیل کے بیان تک سلمیٰ نے ہر ہر شے کو مجسم قاری کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

بازنطینی سلاطین کے عہد میں ہپوڈروم کہلانے والے "ات میدان" کے ضمن میں بتاتی ہیں کہ یہ کثیر المقاصد ہپوڈروم فنونِ لطیفہ، کھیلوں، ثقافتی سرگرمیوں، میلوں ٹھیلوں کا مرکز تھا اور اب بھی یہاں بازنطینی سلاطین کے نقوش واضح دیکھے جا سکتے ہیں۔ "توپ کپی پیلس" کی وجہ تسمیہ بیان کرتی ہیں کہ یہ نام اس کے دروازوں پہ دھری توپوں کی وجہ سے پڑا تھا۔ مسجد نور عثمانیہ کے مفصل بیان میں سلمیٰ مسجد کے نواح میں موجود نوجوانوں پر کڑھنا نہیں بھولتیں جن کے ہاں سگریٹ نوشی کے ساتھ ساتھ عشق و محبت کے مظاہرے بھی عام تھے۔ "نیلی مسجد" کی وجہ انفرادیت کی ذیل میں اس کے چھ مینار، ملحقہ مدرسہ، لنگر خانہ، شفاخانہ اور کا بیان ملتا ہے۔ سلطان محمد فاتح کے مقبرہ اور اس کی یادگار "مسجد فاتح" کے اندر پینے کے پانی کے فوارے کا خصوصی ذکر ملتا ہے۔ سلمیٰ نے اس مسجد کے باب میں اس سے وابستہ تمام تاریخی واقعات کو مفصل بیان کیا ہے جس میں عمارت کی تعمیر سے لے کر یہاں پر موجود قبروں اور اس مقام سے وابستہ بشارتوں تک کی تفاصیل موجود ہیں۔ نہ صرف مذکور مسجد کی ذیل میں بلکہ بیشتر مقامات پر قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سلمیٰ کے ہمراہ ان مقامات کی سیاحت کر رہا ہے۔ ہینڈی کرافٹ کے بازار کی سیر کے دوران قالین اور ظروف سازی کی صنعتوں کا بیان، توپ کپی سرائے کے باورچی خانے میں عثمانی سلاطین کے ذوقِ کام و دہن کے عکاسی کرتے چینی مٹی، شیشے، سلور، زہرہ مہرہ، پتھر کے برتنوں کا بیان، کچن کے ساتھ ہی Gate of facility سے سلاطین کی اقامت گاہوں میں داخلے کا بیان، سلطنت عثمانیہ کا مشاوراتی چیمبر، مقدس پویلین میں موجود کالی کملی اور عصائے موسیٰ جیسی تبرکات کا بیان، شاہ احمد سوم کی تعمیر کردہ لائبریری کی ہوادار عمارت اور مطالعہ کے انتظامات کا بیان۔۔ سلمیٰ نے ہر مذکور سے خوب انصاف کیا ہے۔

علاوہ ازیں سلمیٰ سلطان سلیمان کا مقبرہ، مسجدِ سلیمانیہ اور سلیمانیہ کتب خانہ دیکھنے کے لیے بحیرہ مرمرا، آبنائے باسفورس اور سنہری خلیج کے پانیوں، مصری بازار کا بھی جامع تذکرہ کرتی ہیں۔ سلیمانیہ لائبریری میں سلمیٰ کو بو علی سینا کی کتاب "الشفا" کے ساتھ ساتھ طب پر کئی نادر کتب کا بھی اجمالی تذکرہ ملتا ہے۔ وہ بتاتی ہیں کہ اس لائبریری میں ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے پر پھیلا ہوا ترک اسلامی ثقافتی ورثہ کتب کی صورت میں موجود ہے۔ ساتھ ہی اس لائبریری کو بُک ہسپتال کا درجہ بھی حاصل ہے کیونکہ یہاں پھٹے پرانے کاغذات کی چرمی جلد بندی، کیڑوں سے بچاؤ، مائیکروفلم سروس، جلد بندی اور پتھالوجی سروس موجود ہے۔ لائبریری کے بیان میں سلمیٰ قارئین کو ترکی میں ۱۹۲۸ء میں شروع ہونے والے "حرفِ انقلاب" کی معلومات بھی بہم پہنچاتی ہیں جس کا مقصد شرح خواندگی میں اضافہ تھا۔ غرض یہ کہ سلمیٰ نے ہر ہر مقام کے جملہ پہلوؤں کو اس طرح بیان کیا ہے کہ کہیں کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔

سفر کے آخری ایام میں سلمیٰ نے جزیرہ ایڈلر اور کرمسن آئی لینڈ کا قصد کیا۔ سرکیجی ریلوے اسٹیشن، اسکدار، کیڈی کوئے کے علاقے، ortakoy مسجد، رومیلی حصار، فاتح سلطان محمد برج کی سیر بحری جہاز میں کی گئی۔ جزیرہ بکوڈا میں جہاز کا پہلا پڑاؤ تھا۔ آیا ارینا کی مناسٹری دیکھی گئی۔ دوسرا جزیرہ Hey Bliada اور تیسرا جزیرہ Kinalida جزیرہ برگزیدہ تھا جہاں جہاز رکا۔ جزیرہ Sedef Adasi کا حسن کسی سمندری پھول کی مانند تھا جبکہ جزیرہ میں جہاز کا پڑاؤ بہت کم وقت کے لیے

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

تھا۔ارادہ نو جزیروں کی سیر کا تھا لیکن پانچ کے بعد ہی واپسی ہو گئی تھی۔ سلمیٰ نے ان پانچ جزیروں کے حسن سے ہی آنکھوں کو خوب ٹھنڈا کیا۔ سلمیٰ نے اسکدار کے علاقے کی تفاصیل خوب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ علاقہ استنبول کے ایشیائی حصے کا سب سے بڑا ضلع ہے۔ یہ مقام آخری مقام سیاحت تھا۔اگلی شام واپسی ہوئی۔ واپسی کے لمحات سلمیٰ پر بہت گراں گزرے۔ واپسی کے سفر کی جذباتی روداد لکھتے ہوئے سلمیٰ کے دل سے بے اختیار استنبول کے لیے دعا نکلتی ہے:

"تو اے استنبول میں تم سے وداع ہوتی ہوں۔۔۔تمہاری مسجدیں آباد اور شاد رہیں۔ تمہارے لوگ، تمہارے کھیت کھلیان ہرے بھرے رہیں۔۔۔اور ہاں میرے ملک کی بھی خیر مانگ لینا۔ جیسے تم دہشت گردی کے طوفان سے نکل کر ترقی کی شاہراہ پر چڑھ گئے ہو۔ایسا ہی ہمارا مقدر ہو جائے۔(آمین)"(۱۸)

سلمیٰ کے الوداعی کلمات سلمیٰ کی استنبول سے جذباتی وابستگی کے خوب عکاس ہیں۔انھوں نے استنبول کے سفر سے صرف حسن و جمال کے پارے ہی اکٹھے نہیں کیے بلکہ جابجا ان کی ترکی سے مذہبی اور روحانی وابستگی بھی نمایاں محسوس ہوتی ہے۔استنبول کے اس سفر نامے میں سلمیٰ نے استنبول کے موسم میں رچی خنکی، دلکش عمارتوں، صاف ستھری سڑکوں، بازاروں، سیاحوں، روایات، تاریخ، نوادرات، دستکاریوں، فن تعمیر کے شاہکار، آبنائے باسفورس اور اس پر بنے پل، فاتحین کے قلعوں، مساجد اور مقبروں کو اتنے بھرپور پیرایے میں بیان کیا ہے کہ قاری بیشتر مقامات پر خود کو ان کا ہمسفر سمجھ لیتا ہے اور ایک اچھے سفر نامے کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اس کا سفر نامہ نگار اپنے سفر میں قاری کو عملی طور پر شریک کر لے۔اس اعتبار سے سلمیٰ قاری کو اپنے سفر میں عملی طور پر شریک کرنے میں خاصی کامیاب ہیں۔ان کا یہ سفر نامہ ان کے دیگر سفر ناموں کی طرح تاریخی و تہذیبی شعور کا عین عکاس ہے۔ان کی سفر نامہ نگاری دیگر سفر نامہ نگاروں کو ترغیب دیتی ہے کہ سفر برائے سفر کے مذکور کی بجائے کسی علاقے کے تہذیب و تمدن کا مشاہدہ اور اس کی تحفظ ہی سفر نامے کی اصل روح ہے۔

حوالہ جات

(۱) پلیخانوف، تاریخ میں فرد کا رول، ترجمہ: صابرہ زیدی، سٹی بک پوائنٹ لاہور، ۲۰۱۰، ص:۵۹

(۲) صادق علی، ڈاکٹر۔ فن تاریخ نویسی۔ ہیومر سے ٹائم بی تک۔ پبلیشرز ایمپوریم لاہور۔(طبع دوم)۱۹۹۸۔ ص:۴

(۳) گوپی چند نارنگ۔ اردو افسانہ، روایت و مسائل۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔ ۲۰۰۲۔ ص۔۴۸۶

قدسیہ قریشی، اردو سفر نامے انیسویں صدی میں، محولہ بالا، ص:۲۱ (۴)

(۵)https://www.britannica.com/biography/Megasthenes#ref138276

(۶) خالد محمود، پروفیسر، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۹۵، ص:۸

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/238

اظہر حسین، محض پاکستانی نہیں عالمی معاشرے کی عکاس کہانی کار،۳۱-۰۷-۲۰۱۸بحوالہ (۷)

https://www.humsub.com.pk/155472/azher-hosein/

(۸) سلمیٰ اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب،دوست پبلی کیشنز،اسلام آباد۔۲۰۱۵ء،(انتساب)

(۹) سلمیٰ اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص:۷

سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص ۲۲ (۱۰)

سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص:۱۲۲-۱۲۳ (۱۱)

(۱۲) سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص:۱۲

سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص ۶۳ (۱۳)

(۱۴) سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص:۱۸

سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص:۱۹ (۱۵)

(۱۶) سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص:۳۷

(۱۷) سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص ۱۵۷

(۱۸) سلمی اعوان،استنبول کہ عالم میں منتخب، محولہ بالا،ص ۱۹۰